Lesson 9. Al-Baqarah (Ayaat 60– 61): Day 38 سُوۡرَةُ البَقَرَة کی تفسیر

كُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا مِنۡ رِّزۡقِ اللّٰهِ وَلَا تَعۡثَوۡا فِى الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ۔

یعنی اللہ کا رزق کھاؤ اور پیؤ لیکن زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔ کیا کھانے کے کچھ آداب ہیں؟

حلال کھانا چاہیئے۔ کھانا عبادت ہے لیکن صرف اُتنا کھائیں جتنی ضرورت ہے۔ دوسروں کا حق نہ کھائیں۔ حلال کمائی سے ہو۔ پاکیزہ کھانا ہو اور ایسا نہ ہو کہ صحت کے لئے نقصان دہ ہو۔ سُنت طریقے سے کھائیں۔ ہاتھ دھو کر کھائیں۔ ہاتھ دھو کر تولیے سے صاف نہ کریں۔ اتنا زیادہ نہ کھائیں کہ پھر سستی اور کاہلی ہو جائے۔ جوتا اُتار کر کھائیں۔ سنّت طریقے سے بیٹھ کر کھائیں جیسے تشھد میں بیٹھتے ہیں۔ کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھیں۔ علم پھیلانے کے بعد پسندیدہ عمل کھانا کھلانا ہے۔

ایک دوسرے کو کھانے کی چیزیں لے کر دیں۔ کھانا خریدتے وقت کچھ ایکسٹرا خرید کر دوسروں کو تحفہ کر دیں۔ شیئرنگ کیا کریں۔ صدقہ کا ثواب ہے۔

دائیں ہاتھ سے اور تین انگلیوں سے کھائیں۔ اپنے سامنے سے کھائیں۔ ایک وقت میں صرف ایک سالن بنائیں۔ لقمہ گر جائے تو بسم اللہ پڑھ کر کھا لیں۔

حدیثؐ: مومن ایک آنت سے کھاتا ہے اور کافر سات آنت سے

مہمان کو عزّت دیں۔ مکھی گر جائے تو اُس کو مشروب میں ڈِپ کر کے پی لیں۔

آخر میں انگلیوں کو چاٹ لیں۔ چمچہ اور کانٹا بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ آخر میں کلّی کریں۔

کھانے کے شروع میں پانی پی لیں آخر میں پانی نہ پیئں۔

ڈکار نہ کریں۔ برش اور خلال بھی کر سکتے ہیں۔

تَعۡثَوۡا ۔ ایسے کیڑے کو کہتے ہیں جو کپڑوں کو کھا جائے۔ یعنی اندر ہی اندر سے چیز کو تباہ کر دے تو کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ باتیں کر کے آپ کو اندر سے پریشان کر دیتے ہیں فساد پھیلا دیتے ہیں۔

کھانا کھانے سے طاقت ملتی ہے۔ جسم میں توانائی آتی ہے۔ پھر اُس توانائی کو غلط جگہ استعمال کریں تو وہ فساد پھیلائے گا۔ اللہ کا رزّق کھا کر نافرمانی کرنا فساد پھیلانا ہے۔

ہم عام طور پر چار طرح سے ناشکری کرتے ہیں۔ جو مل جائے اس پر شکر گزاری دِکھائیں۔ بے صبری سے پرہیز۔ تکبّر / فخر کرنے سے بچیں۔ عاجزی کا اظہار کریں۔ لالچ سے بچیں۔

یہاں سے قوم کا مزاج دیکھتے ہیں۔ موسیٰؑ سے کس طرح بات کرتے ہیں 'اے موسیٰؑ'۔ وہ نبی، لیڈر اور اُستاد تھے لیکن بنی اسرائیل نے آپ کو کبھی احترام کا درجہ نہ دیا۔ نبی پاکؐ کو صحابہ کرامؓ نے کبھی نام لے کر نہیں بلایا۔ ہمیشہ پیار سے 'یا رسولؐ اللہ' کہہ کر بلایا کرتے تھے۔ کوئی بدّو یا دیہاتی بلاتے تھے تو اُن کی قرآن میں اِصلاح کر دی گئی۔

نبیؐ کا نام نہیں لینا چاہئے۔ آج ہم اپنی نعتوں میں کیسے بلاتے ہیں؟

وَإِذۡ قُلۡتُمۡ يَٰمُوسَىٰ لَن نَّصۡبِرَ عَلَىٰ طَعَامٖ وَٰحِدٖ فَٱدۡعُ لَنَا رَبَّكَ يُخۡرِجۡ لَنَا مِمَّا تُنۢبِتُ ٱلۡأَرۡضُ مِنۢ بَقۡلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُومِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَاۖ قَالَ أَتَسۡتَبۡدِلُونَ ٱلَّذِي هُوَ أَدۡنَىٰ بِٱلَّذِي هُوَ خَيۡرٌۚ ٱهۡبِطُواْ مِصۡرٗا فَإِنَّ لَكُم مَّا سَأَلۡتُمۡۗ وَضُرِبَتۡ

عَلَيۡهِمُ الذِّلَّةُ وَالۡمَسۡکَنَةُ٭ وَبَآءُوۡ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ کَانُوۡا يَكۡفُرُوۡنَ بِاٰيٰتِ
اللّٰهِ وَيَقۡتُلُوۡنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيۡرِ الۡحَـقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّکَانُوۡا يَعۡتَدُوۡنَ٭﴿۶۱﴾ اور جب تم
نے کہا کہ موسیٰ! ہم سے ایک (ہی) کھانے پر صبر نہیں ہو سکتا تو اپنے پروردگار سے دعا کیجئے کہ ترکاری
اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز (وغیرہ) جو نباتات زمین سے اُگتی ہیں، ہمارے لیے پیدا کر دے۔
انہوں نے کہا کہ بھلا عمدہ چیزیں چھوڑ کر ان کے عوض ناقص چیزیں کیوں چاہتے ہوں۔ (اگر یہی
چیزیں مطلوب ہیں) تو کسی شہر میں جا اترو، وہاں جو مانگتے ہو، مل جائے گا۔ اور (آخر کار) ذلت
(ورسوائی) اور محتاجی (وبے نوائی) ان سے چمٹا دی گئی اور وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گئے۔ یہ اس
لیے کہ وہ اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے تھے اور (اس کے) نبیوں کو ناحق قتل کر دیتے تھے۔ (یعنی) یہ
اس لیے کہ نافرمانی کئے جاتے اور حد سے بڑھے جاتے تھے۔

زندہ قومیں اللہ سے خود مانگتی ہیں۔ ہمیں ہر چیز کی اللہ سے خود دعا مانگنی چاہیئے۔

جب اپنا مزاج اتنا بگڑا ہوُا ہو تو دعا کیسے مانگیں؟ کیا ہمیں دعا مانگنی چاہیے یا مولوی صاحب کو بلانا چاہیئے؟

یہود بھی ایسی ہی زوال پزیر قوم تھی۔ اپنی دعا بھی خود نہیں مانگتے تھے۔

لن کے بعد جو فعل آئیگا اُس پر زبر ہو گی لَنۡ نَّصۡبِرَ یعنی ہر گز نہیں۔ ہم من و سلویٰ ایک ہی طرح
کھانا نہیں کھا سکتے۔ ہمیں ورائٹی چاہیئے۔ اس قوم کو ایک بڑا مقصد دیا گیا تھا۔ کہ علم حاصل کرو اور جہاد
کرو، بیت المقدس کو آزاد کرواؤ۔ لیکن اِن کا طریقہ دیکھیں کہ اپنے رَبّ کو کہو۔ آسمانی کھانا پسند نہیں۔
لیکن ہمیں زمین سے نکلا ہوُا یعنی مٹی سے نکلا ہوُا کھانا چاہیئے۔

تمام کام کرنے والی چیزین عربی میں مونث ہیں۔ یہاں سے ایک پیغام ملتاہے کہ کسی قوم کی عورت جتنی پروڈکٹیو (قابل۔ محنتی) ہوگی وہ قوم اتنی ہی ترقی کرے گی۔

شیکسپئر نے کہا تھا تم مجھے اچھی مائیں دو میں تمہیں اچھی قوم دوں گا۔

آج کی قوم کی بدقسمتی یہ ہے کہ مائیں بہت مصروف ہیں۔ نوکری کرنی ہے۔ باہر کے کام ہیں۔ شاپنگ ہے وغیرہ۔ قرآن کے علم حاصل کرنے والی خواتین سے معاشرہ بدلے گا انشااللہ۔

اپنے آپ پر فخر کریں۔ خیر خواہی پیدا کریں۔ اس کورس کو سب سے بہتر سمجھیں۔ نسلوں کی تربیت کریں۔ اپنی نسل کو دنیا کے سامنے فخر سے کھڑا ہونا سکھائیں کہ مسلمان ہونے پر شرمندہ نہ ہوں۔

انہوں (موسیٰؑ) نے کہا کہ بھلا عمدہ چیزیں چھوڑ کر ان کے عوض ناقص چیزیں کیوں چاہتے ہوں۔

بغیر محنت کے تازہ کھانا مل رہا تھا لیکن انھوں نے ناشکری کی۔ ذرا سوچیں کہ اس کھانے اگانے سے لے کر پکانے اور کھانے تک ہم کتنی محنت کر رہے ہیں۔ اعلیٰ کی بجائے ادنیٰ مانگ لیا۔

ہمیں اللہ نے آخرت کے لئے پیدا کیا تھا ہم دنیاداری میں لگ گئے۔ اعلیٰ کی بجائے ادنیٰ مانگ لیا۔

ہمیں اللہ نے قرآن اور دین کے علم کے لئے پیدا کیا اور ہم دنیاوی تعلیم میں لگ گئے۔ اعلیٰ کی بجائے ادنیٰ مانگ لیا۔ اعلیٰ کی بجائے ادنیٰ مانگ لینے کی چند مثالیں:

اعلیٰ مقاصد کو چھوڑ کر نوکری اور پیسے کے پیچھے بھاگنا، مسلمانوں والے اعلیٰ اخلاق کو چھوڑنا، اللہ کی راہ کی بجائے فضول جگھوں پر خرچ کرنا، اُمّتِ مسلمہ ماشااللہ کھانے پر ویسے ہی بڑا خرچ کرتے ہیں۔

اِهۡبِطُوۡا ۔ زوال۔ نیچے گر جانا۔ لوگوں کی نظروں سے گر جانا۔ نکل جائیں

اب جو مانگا ہے لو اور نکل جاؤ۔ جو لینا ہے لے کر بس اَب جاؤ۔

غضب پر غضب نازل ہوُا۔ ان کو عذاب پر عذاب ملا۔ یہود اعلیٰ مقاصد کو چھوڑ کر زبان کے چٹخارے کے پیچھے پڑ گئے۔ یعنی جو مانگا ہے لے لو اور اب نکل جاؤ۔ اُن پر ذلت دے ماری گئ۔

یعنی عزّت گئ، غریبی۔ کسمپرسی کی حالت۔ لیکن یہ وہ غریبی ہے کہ کسی کو ترس بھی نہیں آتا۔

یہ اُس دور کے مسلمانوں (یہود) کے مقدر میں ہوئی۔

نفس کی ذلت اور خود غرضی۔ جب قومیں اللہ کے کسی حکم کو نہیں مانتیں تو غربت اور ذلالت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کوئی ملک ویزہ نہیں دیتا۔ لوگ بھیک بھی دیتے ہیں تو ترسا ترسا کر۔ پوری دنیا میں سر اُٹھا کر بات نہیں کر سکتے۔ اَب سوچیں ذرا کیا یہ آج کے مسلمانوں کا حال نہیں ہے؟

Tafseer – Part # 3

یہ حال اُن کا کب اور کیوں ہُوا؟

آپ سوچ رہے ہونگے کہ اللہ تعالیٰ اِن پر اس قدر غصّہ کیوں کر رہے ہیں؟

ذلّت، مسکنت اور پھر غضب پر غضب نازل ہوئے۔ ظالم حکمران اِن پر مُسلّط ہو گئے۔

چالیس سال کی اِس آزمائش کے بعد یوشع بن نون کی قیادت میں یہ فلسطین کے علاقے کنعان میں پہنچتے ہیں۔۔ یہاں سے یہود میں داؤدؑ اور سلیمانؑ کا دور شروع ہوتا ہے جب بادشاہت اور نبوّت دونوں اِن کے پاس تھیں۔۔ یہ اِن کے عروج کا دور ہے۔ یہ تقریباً 100 سال تک اس سنہرے دور میں رہے۔

سلیمانؑ کے بعد ایک تو اچھا لیڈر چلا گیا اور دوسرا آپس کے لڑائی جھگڑے اس قدر زیادہ ہوئے کہ یہ گروہوں میں بٹ گئے۔ آپس کی خانہ جنگی سے یہ دو گروہ بن گئے۔ ایک یہودا اور دوسرا اسامریہ

(اسرائیلی)۔ایک شمالی اور ایک جنوبی۔

عروج کے 100 سال کے دوران سلیمانؑ نے بیت المقدّس کی تعمیر کی تھی۔ ہیکلِ سلیمانی کی تعمیر ہوئی اور سارے یہودی وہاں آکر عبادت کیا کرتے تھے۔ جیسے ہم سب مکّہ جا کر عبادت کرتے تھے۔

وہاں تورات کی تختیاں بھی موجود تھیں۔ بہت پرسکون طریقے سے عبادت ہُوا کرتی تھی۔

لیکن پھر نسلی اور مذہبی لڑائیاں ہونے لگیں۔ علمانے مذہبی فرقے بنالئے۔ اور پھر اللہ کا ایک اُصول ہے کہ جو قومیں آپس میں لڑتی ہیں اُن پر دشمن مسلّط ہو جاتے ہیں۔

آپ کو وہ کہانی یاد ہو گی کہ آپس میں مل کر رہنے سے خاندان مضبوط ہوتے ہیں اور الگ الگ ہو کر کمزور ہو جاتے ہیں۔ متحد ہوں تو کوئی توڑ نہیں سکتا۔

یہود کی آپس کی لڑائیوں نے اِن کو کمزور کر دیا۔ پہلا زبردست حملہ ان پر آٹھویں صدی قبل مسیح میں ہُوا یعنی عیسیٰؑ کے آنے سے آٹھ سو سال پہلے۔ آشوریوں نے یہود پر حملہ کیا۔

شمالی ریاست جو اسرائیل (سامریہ) کے نام سے تھی وہ بالکل نیست ونابود ہو گئی۔ اس کے بعد پھر یہ غلامی میں آگئے۔

یہاں سے دیکھیں کیسے فرعون سے نجات پائی۔ پھر وادی سینا میں ٹھوکریں کھائیں۔ پھر 100 سال کا عروج آیا۔ سلیمانؑ کے دور میں ساری دنیا پر دھاک تھی۔ اور پھر دوبارہ غلامی میں آگئے۔

آشوری (Assyrian) نے یہود کو توڑ کر رکھ دیا۔ دو سو سال آشوریوں کی غلامی میں رہے۔

پھر چھٹی صدی قبل مسیح میں عراق کے بابلی(babliyen)لشکر نے ان پر حملہ کر دیا۔ اس حملے میں یہود کی ریاست کو بھی تباہ کر دیا گیا۔ بیت المقدّس کو بھی توڑ پھوڑ دیا گیا۔ سونے کی قیمتی چیزیں چرا لی گئیں اور ان کی کتابوں کا جلا دیا گیا۔ اب تمام یہودی پھر سے غلام بن گئے۔

بہت یہودی قتل ہو گئے۔ بہت تباہی اور بربادی ہوئی۔ اور یہ بکھر گئے۔ اِن کی تورات تک ختم ہو گئی۔

یہ یہودیت کا وہ سیاہ دور ہے کہ پوری دنیا میں تورات موجود ہی نہیں تھی۔ اس وقت کے بعد ان کو یہ تک بھول گیا کہ تورات کس زبان میں تھی۔ کیونکہ اس کے بعد جو تورات لکھی گئی وہ ہیبرو میں لکھی گئی۔ عبادت کا طریقہ بھول گیا۔ (یہاں وہ حضرت عزیرؑ والا واقعہ ہوا جب وہ سو سال تک سوئے رہے)۔ اس قوم کا حال یہ ہے کہ جو نہی عزت ملتی ہے تو آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ اور جیسے ہی مار پڑتی ہے تو سیدھے ہو جاتے ہیں۔

کیا مسلمانوں کا بھی یہی حال نہیں ہے؟

غلامی میں پھر تابوتِ سکینہ جمع کرنے لگے۔ اس دور میں نہ کوئی کتاب۔ نہ کوئی عبادت گاہ، نہ کوئی لیڈر، نہ آخرت کا تصوّر۔

پھر ان کے کچھ لوگوں نے بیٹھ کر سنیگاگ کا آئیڈیا دیا۔ کہ جہاں دس یا اس سے زیادہ بالغ یہودی اکٹھے ہونگے وہ وہاں سنی گاگ (synagogue) بنائیں گے اور عبادت کرینگے۔ بچی کھچی چیزوں سے انھوں نے اپنے دین کی نئے سرے سے شُروع کیا[ریواویل Revival] کیا۔ ان کا دین پھر مقام پانے لگا۔ ایک طرف تو یہ یہودیت کے لئے فائدے کی بات تھی۔ لیکن نقصان یہ ہُوا کی جو یہودی یہ سب کر رہے تھے اُن کا دین پر قبضہ ہو گیا۔ مذہبی علما میں تکبر اور گھمنڈ آ گیا۔

پھر 400 قبل مسیح میں سکندرِ اعظم نے روم پر حملہ کیا اور کیونکہ اسرائیل رومن حکومت کا حصّہ تھا تو وہ سکندرِ اعظم کے قبضے میں چلا گیا۔ **اور پھر غلامی پر غلامی۔**

لیکن یہود میں ایک خاص عادت یہ ہے کہ ان میں مذہبی تعصب بہت زیادہ ہے۔ یہ اپنے آپ کو دوسروں سے برتر سمجھتے ہیں۔ اِسی غرور کی وجہ سے کہتے ہیں کہ ان کی رسی جل گئی لیکن بل نہیں گئے۔

پھر رومن اور ان کی لڑائیاں تو وہی ہیں جو ہم خود بھی پڑھ چکے ہیں۔ پہلی صدی عیسوی میں حضرت عیسیٰ ؑ کے ساتھ ان کا سلوک بھی ہمیں معلوم ہے۔

یہود اور نصاریٰ آج بھی ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ صرف مسلم دشمنی کے لئے اکٹھے ہوتے ہیں۔

اُن کا بڑا اور عام مقصد ایک ہی ہے کہ مسلمانوں کا نقصان پہنچایا جائے۔ اِن کی آپس کی جنگِ عظیم اور اس کے نقصانات تو ہم سب دیکھ چکے ہیں۔

یہود اور نصاریٰ کی آپس کی لڑائیوں کی وجہ سے یہود کے تین قبیلے، بنو قینقاع، بنو نظیر اور بنو قریظہ یہاں سے نکل کر مدینہ چلے گئے۔ کیونکہ ان کی اپنی کتابوں کے مطابق اَب آخری نبیؐ کے آنے کا وقت قریب تھا۔ اُس وقت یہ کہتے تھے کہ اب ہم آخری نبیؐ کے ساتھ مل کر دوسروں سے بدلے لیں گے۔

یہ مدینہ میں نبی پاکؐ کے نزول کا انتظار کرنے لگے۔

تو یہ ہے غضب پر غضب کہ، ایک کے بعد دوسری مصیبت اِن پر آن پڑتی۔

یہ اس لئے ہُوا کہ یہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے۔ دوسرا یہ اپنے نبیوںؑ کا قتل کرتے تھے۔ تیسرا یہ نافرمانیاں کرتے تھے اور چوتھا یہ حدوں سے بڑھنے والے تھے۔

اَصل میں یہ چار وجوحات ہیں ان کی تباہی اور بربادی کی۔ صرف یہ نہیں کہ انہوں نے سبزی ساگ مانگا تھا۔ بلکہ یہ ہر بات میں ضدّ اور بحث کرتے۔ اللہ کی تعلیمات ان کو مشکل لگتی تھیں۔ کوئی نبیؑ ان کے پاس آتا تو یہ اُسؑ کو قتل کر دیتے۔ انھوں نے خود دعویٰ کیا کہ ہم نے عیسیٰؑ کو قتل کر دیا ہے۔ ایک دن میں انہوں نے 313 نبیوںؑ کو قتل کیا تھا۔ نبیؑ کو قتل ان کے لئے عام سی بات تھی۔

کل اللہ نے یہود کو کو فضیلت دی تھی۔ کیونکہ یہ مقصد کو بھول گئے اس لئے ان کو سزا ملی۔ کیا آج مسلمان یہی نہیں کر رہے ہیں؟ ہم بھی اپنا اَصل مقصد بھول گئے ہیں۔

ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ سے۔ دین اور ہدایت مانگیں، دین کا غلبہ مانگیں۔ اللہ سے اُس کی رضا مانگیں۔

ترقی یافتہ ملک اور ترقی پزیر ممالک کا تقابل کر کے دیکھ لیں۔ کہ کس طرح کے کاموں میں وقت ضائع کرتے ہیں؟ آج ہم اپنا حال دیکھ لیں

ہم کھانے پکانے پر کتنا وقت ضائع کرتے ہیں؟ ہم شادی اور غمی کے موقعوں پر کتنا پیسا خرچ کرتے ہیں؟ ہمارا کتنا وقت سوشل تعلقات پر خرچ ہوتا ہے؟ گھروں پر کتنا خرچ کرتے ہیں؟

ہم تو نیو ائیر، اور ویلنٹائن منا کر بھی خوش ہوتے ہیں۔ ہم کھا پی رہے ہیں اور مزے کر رہے ہیں۔ کیا **ہمیں دنیا میں ترقی کی فکر ہے یا ہمیں اپنی نسلوں کی فکر ہے؟**

کیا ہمیں فکر ہے کہ مسلمانوں پر کہاں ظلم و ستم ہو رہا ہے؟

ہم اپنا پیسہ کہاں خرچ رہے ہیں؟ کیا ہم اپنا پیسا آخرت کی فکر میں خرچ کر رہے ہیں؟

ایک مہینے کے لئے بجٹ بنائیں اور سوچ سمجھ کر خرچ کریں اور فضول خرچی سے بچیں۔ پھر دیکھیں ہم کہاں ضائع کر رہے ہیں؟

مغربی قومیں اپنے مقاصد پر خرچ کر رہی ہیں چاہے دنیاوی ہیں یا دینی۔ یہ ملین پونڈ تو صرف مشنری مقاصد کے لئے دیتے ہیں۔ ہمارا دین کے ساتھ روّیہ کیسا ہے؟

ایک اُمّت بن کر سوچیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہماری اِصلاح کر دے۔ آمین۔